تخلیقِ شعروادب میں مذہب بطورِ تخلیقی محرّک

عقیلہ ناز*

ڈاکٹر نذرِ عابد**

Abstract:

It is a scholarly truth that every literature of the world is directly influenced by religion. Religious movements usually strengthen human ideology and beliefs. Therefore their impact is habitually transferred from generations to generations. Poetry is human's initial art which is creatively molded in mystic imaginations. This has been the reason that in this article, the authors have developed the idea that religious elements play an important role in the creation of literary works especially in the form of creative works.Even early religious books were written in poetic construct.

تاریخِ ادبیاتِ عالم شاہد ہے کہ دنیا کا ہر زندہ ادب اس دور کی فکری توانائی سے جنم لیتا ہے۔ عام طور پر اس فکری توانائی کا سرچشمہ مذہب، فلسفہ اور سائنس تصور کیا جاتا ہے۔ مذہب کی بنیاد انسان کے پختہ عقائد اور یقینِ کامل پر ہوتی ہے۔ فلسفہ نامعلوم حقائق کی دریافت اور معلوم حقیقتوں کی بازیافت عقل و خرد کے ذریعے کرتا ہے جب کہ سائنسی عمل ہر مادی دریافت کو تجربہ کی کسوٹی پر پرکھتا ہے۔ مذکورہ تینوں عوامل ادب کو براہِ راست متاثر کرتے ہیں۔

درحقیقت ادب نہ صرف مذہبی عقائد، سائنسی ایجادات اور علمی نظریات سے مستفید ہوتا ہے بلکہ عوام و خواص کو روحانی کیفیات سے روشناس کراتا ہے۔ ادیب معاشرے کا ایک حساس فرد ہے۔ اس کی تخلیقات میں انفرادی اور اجتماعی ہر دو سطح پر ماضی، حال، مستقبل، روایات، تہذیب، نظریات اور عقائد وغیرہ کی جھلک نظر آتی ہے۔

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اردو، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

** صدر نشین، شعبہ اردو، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

ماحول اور معاشرہ مذہبی تحریکات سے بھی بہت اثر لیتا ہے۔ مذہبی تحریکات چونکہ انسانی حیات کے عقائد اور یقین کی پختگی سے ہم کنار ہوتی ہیں اس لیے ان کا دائرہ عمل نسل در نسل منتقل ہوتا رہتا ہے۔ مذہب اخلاقی اقدار کا سرچشمہ ہوتا ہے۔ انسان مذہب کے ذریعے دنیا میں رہنے کا ڈھنگ سیکھتا ہے۔ دنیا کے تمام مذاہب میں اخلاقی اقدار ایک مشترک عنصر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان اخلاقی اقدار کی ترویج کے لیے ادب سب سے زیادہ موثر ذریعہ ہے۔ دنیا کے ہر ادب پر مذہب کے واضح اثرات نظر آتے ہیں۔ انسان کے ابتدائی جمالیاتی عمل کے بارے میں سردار جعفری لکھتے ہیں:

> ''شاعری انسان کا سب سے ابتدائی جمالیاتی عمل ہے اور جب شاعری ایک الگ صنف کی حیثیت سے نہیں ملتی تو وہ رقص، موسیقی، مذہب اور جادو کے ساتھ ملی ہوئی رہتی ہے اور اخلاقی، سماجی اور سیاسی اصولوں کی ترویج کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ اس لیے ساری دیو مالا شاعری کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہے اور ابتدائی مذاہب کی کتابیں بھی شاعری کے انداز میں لکھی ہوئی ہیں''۔(۱)

قدیم یونانی ادب میں ہومر کی ''ایلیڈ'' اور ''اوڈیسی'' دیوی دیوتاؤں کے قصوں اور خیر وشر کے تصادم پر مبنی ہیں۔ اٹلی کے مشہور شاعر دانتے کی شہرہ آفاق طویل نظم "Devine Comedy" کا اردو میں منظوم ترجمہ شوکت واسطی نے ''کربیہ طربیہ'' کے نام سے کیا ہے۔ اس نظم پر بھی مذہبی اثرات واضح طور پر محسوس کیے جا سکتے ہیں۔ دانتے کی اس مشہور نظم کے بارے میں سید وقار احمد رضوی لکھتے ہیں:

> ''دانتے کی ڈیوائن کامیڈی یعنی طربیہ خداوندی، ابوالعلیٰ معریٰ کے رسالۃ الغفر ان سے ماخوذ ہے۔ اس پر ابنِ عربی کی ''فتوحاتِ مکیہ'' کا بہت اثر ہے۔ ابنِ عربی نے اپنی کتاب میں رسولِ اکرم ﷺ کے سفرِ معراج اور سیرِ افلاک کے واقعے کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ الغفر ان کی طرح دانتے نے بھی اپنی طربیہء خداوندی کی تیاری میں اس تصنیف کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ کیونکہ دانتے نے بھی اپنی ڈیوائن کامیڈی میں طبقاتِ علوی کے حالات سے بحث کی ہے اور جنت دوزخ کی سیر کرائی ہے''۔(۲)

سترھویں صدی میں انگلستان کے عظیم شاعر ''جان ملٹن'' نے ایک طویل نظم (Paradise lost) جنتِ گم گشتہ کے عنوان سے لکھی۔ جان ملٹن کی اس نظم کے کئی حصے دانتے کی ڈیوائن کامیڈی کے قریب تر ہیں۔ ملٹن نے اپنی نظم میں مذہب اور فطرت کو ہم آہنگ کر دیا ہے۔ یہ نظم آدمؑ کی جنت سے بے دخلی، ابلیس کی یزداں سے بغاوت اور دوزخ کے احوال پر مشتمل ہے۔ یوں دیکھا جائے تو ملٹن کے اس عظیم شاہکار پر بھی مذہبی اثرات نمایاں ہیں۔

جرمن شاعر ''گوئٹے'' کا عظیم تخلیقی کارنامہ ان کا منظوم ڈرامہ ''فاؤسٹ'' ہے۔ گوئٹے کا فاؤسٹ ایک عالم ہے۔ وہ اپنی زندگی میں آسودگی حاصل کرنے کے لیے اپنی روح شیطان کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے۔ وہ اپنی روح کی تسکین کے لیے نیکی اور بھلائی کے بہت سے کام کرتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد شیطان اُس پر فتح نہیں پا

سکتا کیونکہ اس کے نیک اعمال کے نتیجے میں خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم کا دروازہ اس پر کھول دیتا ہے۔ ڈرامہ ''فاؤسٹ'' کے بارے میں نظیر صدیقی لکھتے ہیں:

> ''فاؤسٹ کا بنیادی موضوع انسانی امکانات کی حد بندیوں سے پیدا ہونے والی بے اطمینانی ہے قریباً اسی تعلق و صورکھنے والا ایک موضوع اور ہے، وہ یہ کہ اگرچہ انسان کے لیے غلطیوں کا مرتکب ہونا فطری امر ہے لیکن اگر اپنی غلطیوں کے باوجود انسان اپنے اندر اخلاقی امتیاز کی صلاحیت رکھتا ہے۔ تو وہ خیر اور شر میں تمیز کر سکتا ہے''۔ (۳)

گویا یہ کہنا بجا ہے کہ ''فاؤسٹ'' جیسے عظیم تخلیقی تجربے سے گزرتے ہوئے گوئٹے کے لیے مختلف مذہبی کرداروں نے تخلیقی محرکات کے طور پر کام کیا۔ ایشیائی خطوں میں تخلیق ہونے والے کلاسیکی ادب میں عربی اور فارسی زبانوں میں خصوصاً شعری سطح پر عظیم تجربات کیے گئے۔ ایسے قدیم شعری نمونوں میں بھی اکثر اوقات مذہب بطور تخلیقی محرک ایک زیریں لہر کی صورت میں کارفرما رہا ہے۔ عہدِ رسالت میں حضرت حسان بن ثابتؓ اور کعب بن زبیرؓ جیسے جیّد صحابہ کے عربی نعتیہ قصائد ہوں یا بعد کے ادوار میں شیخ سعدیؒ اور مولانا رومؒ جیسے فارسی زبان کے عظیم تخلیق کاروں کے ہاں خدا، کائنات اور انسان کے باہمی روابط اور اعلیٰ اخلاقی اقدار پر مبنی شعری اظہارات ہوں یا پھر حافظ شیرازی جیسا خلّاق ذہن رکھنے والے تخلیقی فنکار کی متصوّفانہ شاعری کے نمونے ہوں، ان تمام تر شعری سانچوں کی تعمیر و تشکیل میں مذہبی عناصر کی کارفرمائی سے صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا۔

برصغیر کے عہدِ قدیم کی مذہبی کتابوں ''مہابھارت اور رامائن'' کو اساطیری حیثیت حاصل ہے۔ ہندومت کی ان دونوں مقدس کتابوں میں خیر و شر کے تصادم کا بیان ہے۔ ڈاکٹر انور سدید ''رامائن'' کے متعلق لکھتے ہیں:

> ''اس میں رام، سیتا اور راون کے کرداروں سے کہانی کا تاروپود اس تخلیقی رعنائی سے مرتب کیا گیا ہے کہ اس میں ہندو فلسفے کے بعض بنیادی عناصر مثلاً نظریۂ وحدت اور تیاگ بھی سما گئے ہیں''۔ (۴)

''مہابھارت'' کے بارے میں ڈاکٹر وزیر آغا اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''مہابھارت کی داستان زیادہ پرانی ہے، اس میں کورو اور پانڈو کی جنگ کا حال درج ہے اور اوتار کرشن کی زبان سے بھگوت گیتا کا اپدیش دیا گیا ہے۔ بھگوت گیتا اپنشدوں کی روح ہے اور اس میں آریاؤں کے فلسفے کے تمام پہلو یکجا کر دیئے گئے ہیں''۔ (۵)

چھٹی صدی قبل مسیح میں جین مت اور بدھ مت کی تعلیمات نے ہندوستان کے نچلے طبقے کو بہت متاثر کیا۔ بدھ مت کی کتاب ''شانتی پران'' میں کھلم کھلا برہمنوں کی رسومات اور جادو منتر پر تنقید کی گئی ہے اور عدم تشدد کے فلسفے کو فروغ دیا گیا ہے۔ مختلف تہذیبوں اور مذاہب کی آمیزش سے برصغیر کے مذہبی تصورات میں تبدیلی پیدا ہونا شروع ہوئی۔ ہندو وحدت کی بجائے کثرت اور آریہ کثرت کی بجائے وحدت کی طرف رجحان رکھتے تھے چنانچہ

برصغیر میں کثرت و وحدت کے یہ رجحانات کبھی جین مت اور کبھی بدھ مت کی صورت میں ظاہر ہوتے رہے۔ ان قدیم مذاہب کے اثرات کے تحت تشکیل پانے والے یہ رجحانات و میلانات مختلف ادوار میں تخلیق ہونے والے ادب پر اپنے گہرے نقوش مرتّب کرتے رہے۔

مسلمانوں کی ہندوستان میں آمد سے مذہبِ اسلام کے اثرات نے تمام مذاہب کو متاثر کیا۔ مسلمانوں کی زبانوں عربی و فارسی نے مقامی بولیوں سے مل کر ایک نئی زبان کا روپ اختیار کیا جسے ''ریختہ'' کہا جانے لگا۔ ریختہ کی اس تحریک کو مزید ترقی بھگتی تحریک کے ذریعے ملی۔ بھگتی تحریک کا پیش رو ''رامانج'' اسلام کی تعلیمات سے متاثر ہوا۔ اس کے چیلوں میں بھگت کبیر نے ہندوستانی عوام کو اپنی شاعری کے ذریعے امن، شانتی اور پریم کا درس دیا۔ بھگت کبیر کی شاعری مذہب کا پرچار تھی اس لیے برصغیر میں بھگتی تحریک نے عوام کے دل موہ لیے۔ اس تحریک کے تحت تخلیق ہونے والی شاعری کے بارے میں ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

> ''اس شاعری کی ایک اور خوبی اس کا آہنگ اور ترنم ہے۔ بھگتی تحریک میں موسیقی چونکہ شجر ممنوعہ نہ تھی اس لیے ان شعراء کے گیت عبادت کا حصہ بن گئے اور دلوں کو تسخیر کرنے لگے۔''(۶)

ہندوستان کی تمام مذہبی تحریکوں نے اسلام کے واضح اثرات قبول کیے، خاص طور پر اسلام کے عقیدۂ توحید و مساوات نے غیر مسلموں کو بہت متاثر کیا۔ برصغیر پاک و ہند میں اسلام صوفیائے کرام کی بدولت پھیلا۔ صوفیائے کرام کا واحد مقصد چونکہ اشاعتِ اسلام تھا لہٰذا انھوں نے عوام کی زبان میں اپنی نظم و نثر کے ذریعے تبلیغِ دین کا فریضہ سر انجام دیا۔ صوفیائے کرام کے ملفوظات میں جکریاں، دوہے، پند نامے، چکی نامہ اور پہیلیاں شامل ہیں۔ ان میں اردو کے قدیم الفاظ ملتے ہیں۔ اردو شاعری کی ان ابتدائی اصناف میں مذہبی اثرات بہت زیادہ نمایاں ہیں۔

شیخ فریدالدین گنج شکرؒ (۵۶۹ھ-۶۶۴ھ) کی ایک غزل ریختہ میں لکھی ہوئی ہے جس کے چند اشعار دیکھیے:

وقتِ سحر وقتِ مناجات ہے
خیز دراں وقت کہ برکات ہے
نفس مبادا کہ بگوید ترا
خسپ چہ خیزی کہ ابھی رات ہے
باتنِ تنہا چہ روی زیرِ زمیں
نیک عمل کُن کہ وہی سات ہے۔(۷)

بابا فرید کے اس صوفیانہ کلام میں نمازِ صبح اور مناجاتِ سحر کی فضیلت بتائی گئی ہے اور زیرِ زمین دنیا اور نیک اعمال کے الفاظ عقیدۂ آخرت پر ایمان کا اظہار ہیں۔

اردو شاعری اپنے اس ابتدائی دور سے لے کر آج تک دید دور تک شعری اصناف ہیئتی رنگارنگی

اور موضوعاتی تنوع کے اعتبار سے متعدد ارتقائی مراحل طے کر چکی ہے لیکن جہاں تک مذہبی عناصر کے تخلیقی محرّکات کے طور پر برتاوے کا تعلق ہے تو ابتدا سے آج تک ان عناصر کی موجودگی سے انکار ممکن نہیں۔ اردو غزل میں صوفیانہ شاعری کی صورت میں مذہبی عناصر کا سراغ قلبی و روحانی واردات کے طور پر ملتا ہے۔ آگے چل کر حالیؔ و شبلیؔ، اقبالؒ اور حفیظ جالندھریؔ جیسے شاعروں کی قومی شاعری میں بھی مذہبی واردات کو تخلیقی حوالے سے کلیدی حیثیت حاصل رہی۔ اس کے علاوہ مرثیے اور حمد و نعت جیسی شعری اصناف میں بھی مذہبی عناصر بنیادی محرّکات کے طور پر کام کرتے ہیں۔

غرض کسی بھی زبان میں شعر و ادب کی تخلیق میں دیگر تخلیقی محرّکات کے ساتھ ساتھ مذہبی عقائد و نظریات بھی ایک توانا تخلیقی محرّک کے طور پر روبہ عمل رہتے ہیں اور یہ تخلیقی محرّک اپنے اندر کسی بھی بڑے تخلیقی تجربے کے اظہار کا وسیلہ بننے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ سردار جعفری، ''ترقی پسند ادب''، مکتبہ پاکستان، لاہور، ۱۹۵۶ء، ص ۴۸

۲۔ وقار احمد رضوی، پروفیسر ڈاکٹر، ''تاریخ ادبِ عربی''، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۲۰۱۳ء، ص ۳۵

۳۔ نظیر صدیقی، ''اردو میں عالمی ادب کے تراجم''، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ۱۹۸۶ء، ص ۹۸

۴۔ انور سدید، ڈاکٹر، ''اردو ادب کی تحریکیں''، انجمن ترقی اردو، کراچی، ۲۰۰۴ء، ص ۱۴۱

۵۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، ''اردو شاعری کا مزاج''، مکتبۂ عالیہ، لاہور، ۱۹۷۸ء، ص ۸۲

۶۔ عبدالحق، ڈاکٹر مولوی، ''اردو کی ابتدائی نشو نما میں صوفیائے کرام کا کام''، انجمن ترقیِ اردو، کراچی، ۲۰۰۸ء، ص ۱۱، ۱۲